احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں فرد کا نفسیاتی المیہ

(The Psychological Dilemma of the Individual in Ahmed Nadeem Qasmi's Short Stories)

•ڈاکٹر فریدہ عثمان، لیکچرار اردو گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج چغرمٹی پشاور

•ڈاکٹر محمد عثمان، لیکچرار، شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور

•ڈاکٹر روح الامین، لیکچرار، اردو اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور

Abstract:

This article delves into the psychological dimensions of characters portrayed in the short stories of Ahmad Nadeem Qasmi. His narratives masterfully explore the intricate interplay of human emotions, societal pressures, and internal conflicts. The stories focus on the impact of socio-cultural factors such as class disparity, religious biases, and communal divisions on the psychological makeup of individuals. Qasmi's characters grapple with a range of psychological dilemmas, including fear, loss, vengeance, love, and compassion. Through these tales, the author highlights how internal emotions like grief and anger often clash with societal norms, shaping human behavior in profound ways. The article also examines how children, in their innocence, navigate feelings of insecurity and longing for affection, while adults are burdened with unresolved grief, social expectations, and personal sacrifices. At its core, Qasmi's work emphasizes the enduring presence of humanity's innate virtues—empathy, kindness, and resilience—even in the face of overwhelming challenges. This psychological exploration provides a deeper understanding of human nature, showcasing the universal and timeless struggle between inner conflicts and external realities.

Key words: Ahmad Nadeem Qasmi, psychological dimensions, human emotions, societal pressures, internal conflicts, class disparity, religious biases, communal divisions, fear, loss, vengeance, compassion, grief, anger, innocence, insecurity, empathy, resilience, human nature, socio-cultural influences.

کلیدی الفاظ: احمد ندیم قاسمی، نفسیات، سماجی دباو، فرد کا داخل وخارج،

ادب انسانی ذہنی ارتقاء کا پیمانہ ہے وقت اور حالات کے تحت ان میں وسعت بھری جاتی ہے کوئی بھی کہانی سماجی و معاشرتی زندگی کا عکس ہے جس میں انسانی حیات کے واقعات کو ہر صورت جاندار طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

• لیکچرار اردو گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج چغرمٹی پشاور
• لیکچرار شعبہ اردو اسلامیہ یونی ورسٹی پشاور
• لیکچرار، شعبہ اردو جامعہ اسلامیہ پشاور

"ادب نام ہے خیالات کے اظہار کا اور خیالات نتیجہ ہوتے ہیں ۔ زندگی کے حالات
واسباب کا، جیسی ہماری زندگی ہوتی ہے ویسے ہمارے خیالات ہوتے ہیں "۱

نفسیاتی رجحان کا حوالہ اس دور میں ترقی پسند تحریک کے زیر اثر آیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ترقی پسند ادب کا تعلق خارجی زندگی سے ہے جس میں فرد کے داخل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، البتہ کلیدی امر یہ ہے کہ ترقی پسند افسانہ کا ایک قوی عنصر ان کا داخلی پہلو ہے اور کسی بھی فرد یا سماج کے داخل تک جانے کے لیے ان کی نفسیات تک رسائی حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔ اس تحریک کے زیر اثر جو ادب تخلیق ہوا، وہ براہ راست انسانی زندگی سے بحث کرتا ہے وہ حقائق کو منطقی انداز میں پیش کرتا ہے ادب کے افادی پہلوؤں کو خاص اہمیت دیتا ہے تاہم اس افادیت میں کہانی کو پر اثر رکھنا ،شاید مقصدیت سے ممکن نہ ہوتا، اس تحریک کے زیر اثر تخلیق ہونے والے افسانے جس قدر پر اثر اور زندہ رہے وہ بعد کی کسی تحریک میں نظر نہیں آتے اور اس کی بڑی وجہ زندگی کے ساتھ ان کا خاص ربط ہے

"اعلی ادب اور اعلی تنقید کی پہچان یہی ہے کہ اسے زندگی کے حسن اور توانائی کو
سمجھنے اور اسے ابھارنے میں مدد ملتی ہے"۔۲

اردو ادب میں نفسیاتی رجحان اہم رہا ہے جو انسانی ذہن، جذبات اور رویوں کی گہرائیوں کو سمجھنے اور بیان کرنے میں مددگار ثابت ہوا۔ یہ رجحان مغربی مفکرین خاص طور پر سگمنڈ فرائڈ کے نظریات سے متاثر ہو کر اردو ادب میں داخل ہوا۔ اس تحریک نے ادب میں انسانی لاشعور، داخلی کشمکش اور جذباتی پیچیدگیوں کو مرکز بنایا۔ اردو ادب میں اس رجحان کے زیر اثر تخلیق کیے گئے ادب میں کرداروں کی نفسیاتی پرتوں کو اجاگر کرنے پر زور دیا گیا۔ مصنفین نے کرداروں کے خیالات، جذبات اور اعمال کے پس منظر میں موجود نفسیاتی عوامل کو بیان کرنے کی کوشش کی۔ نفسیاتی رجحان نے اردو شاعری بالخصوص ناول اور افسانے پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس رجحان کے تحت کرداروں کی اندرونی دنیا کو نمایاں کرنے کے لیے خوابوں، لاشعوری خیالات اور نفسیاتی تنازعات کا سہارا لیا گیا۔ مثال کے طور پر، ممتاز مفتی اور بیدی جیسے افسانہ نگاروں نے کرداروں کی نفسیات کو گہرائی سے بیان کیا۔ ان کی کہانیوں میں انسانی تعلقات کی پیچیدگیاں اور جذباتی الجھنیں واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہیں۔ نفسیاتی رجحان کا مقصد صرف انسانی رویوں کو بیان کرنا نہیں بلکہ قارئین کو ان کے پیچھے موجود عوامل اور پیچیدگیوں کو سمجھنے کا موقع فراہم کرنا تھا۔ اس رجحان نے ادب کو ایک نیا زاویہ دیا جہاں مصنفین نے سطحی کہانیوں کے بجائے گہرے اور پیچیدہ موضوعات پر لکھنا شروع کیا۔ یہ رجحان آج بھی اردو ادب میں موجود ہے اور جدید مصنفین کی تخلیقات میں نظر آتا ہے، جو انسانی نفسیات کو بہتر سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نفسیاتی رجحان نے اردو افسانے پر گہرا اثر ڈالا اور اسے ایک نئے تخلیقی زاویے سے روشناس کرایا۔ افسانہ نگاروں نے کرداروں کی داخلی دنیا، لاشعوری خیالات، اور جذباتی پیچیدگیوں کو کہانی کا مرکز بنایا۔ اس رجحان کے تحت افسانوں میں ظاہری واقعات کے بجائے کرداروں کے اندرونی جذبات اور نفسیاتی کیفیات کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ کرداروں کی نفسیاتی کشمکش، جذبات اور تخیلاتی دنیا کو بیان کرنے سے کہانیوں میں گہرائی پیدا ہوئی۔ اس رجحان کے زیر اثر اردو افسانے میں روایتی بیانیے کی جگہ جدید طرزِ اظہار نے لی۔ کرداروں کے فیصلے اور رویے ان کی

نفسیاتی حالت کے تناظر میں پیش کیے جانے لگے۔ سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، اور کرشن چندر جیسے افسانہ نگاروں نے نفسیاتی پہلوؤں کو اپنی کہانیوں کا اہم حصہ بنایا۔ منٹو کی کہانیوں میں کرداروں کی جنسی اور جذباتی پیچیدگیوں کو انتہائی حساسیت کے ساتھ بیان کیا گیا، جو انسانی ذہن کے تاریک گوشوں کو اجاگر کرتی ہیں۔ بیدی نے انسانی تعلقات کی گہرائیوں اور نفسیاتی الجھنوں کو بیان کرنے میں مہارت دکھائی، جبکہ کرشن چندر نے انسانی رویوں کے نفسیاتی پہلوؤں کو معاشرتی تناظر میں پیش کیا۔

نفسیاتی رجحان کی وجہ سے افسانے میں کردار محض کہانی نہیں رہے بلکہ اپنی شخصیت اور جذبات کے ساتھ نئی معنویت دینے لگے۔ اس رجحان نے کہانی کے موضوعات کو زیادہ انسانی اور حقیقی بنایا، جہاں قاری کرداروں کے داخل سے خود کو جوڑنے لگا۔ اردو افسانے میں نفسیاتی رجحان نے تخلیقی تجربات کو وسعت دی اور ادب میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑائی۔ ترقی پسند افسانے میں نفسیاتی رجحانات کو سماجی حقیقتوں اور طبقاتی جدوجہد کے تناظر میں پیش کیا گیا۔ یہ افسانے فرد کی نفسیاتی کیفیات کو سماجی اور معاشی عوامل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، تاکہ انسانی ذہن اور رویے پر بیرونی حالات کے اثرات کو اجاگر کیا جا سکے۔ اس تحریک کے افسانہ نگاروں نے شخصیت کی داخلی کشمکش، احساس محرومی، طبقاتی تفریق، اور سماجی جبر کے زیر اثر پیدا ہونے والی نفسیاتی عوامل کو موضوع بنایا۔ مثلاً، فرد کے احساسِ کمتری یا جذباتی اضطراب کو طبقاتی فرق اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کے تناظر میں بیان کیا گیا۔ نفسیاتی رجحانات کے تحت کرداروں کی ذہنی کشمکش، ناامیدی، اور بغاوت کے جذبات کو اجاگر کیا گیا، جو سماج کے عمومی حالات کی پیداوار تھے۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نفسیاتی گہرائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جہاں وہ فرد کی داخلی دنیا اور سماجی حالات کے درمیان ربط کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں کرداروں کے اعمال اور ردعمل صرف ظاہری واقعات کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ ان کے ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی عوامل کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ انہوں نے محبت، نفرت، احساس کمتری، حسد، خوف اور قربانی جیسے جذبات کو اس انداز سے پیش کیا کہ قاری نہ صرف کرداروں کے حالات کو سمجھتا ہے بلکہ ان کے جذباتی اور نفسیاتی تجربات سے جڑنے لگتا ہے۔ ان کی کہانی "گڈریا" میں ایک گڈریے کی معصوم محبت اور فطری تعلقات کو بیان کرتے ہوئے انسانی نفسیات کے بنیادی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کردار کی تنہائی اور دنیا کے ساتھ جذباتی تعلق کو قاسمی نے بڑی مہارت سے بیان کیا۔

قاسمی کے افسانوں میں دیہی زندگی کی مشکلات، قدرتی ماحول اور معاشرتی بندھن ان کے کرداروں کی ذہنی کیفیت پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ ان کے کردار اکثر فطرت کے قریب رہتے ہیں، اور ان کے رویے فطرت کی سادگی اور سختی دونوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں نفسیاتی رجحانات کے ذریعے معاشرتی مسائل کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ طبقاتی کشمکش، غربت، استحصال اور ناانصافی ان کے افسانوں میں نہ صرف موضوعات کے طور پر موجود ہیں بلکہ کرداروں کی ذہنی کیفیت اور اعمال کو بھی تشکیل دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، "پرمیشر سنگھ" میں تقسیم ہند کے وقت کے جذباتی زخم اور نفسیاتی اثرات کو دکھایا گیا ہے، جہاں کرداروں کی نفسیاتی کیفیت ان کے حالات کی عکاسی

کرتی ہے۔ انہوں نے نفسیاتی حوالوں کو سماجی شعور کے ساتھ اس طرح مربوط کیا کہ ان کے افسانے انسانی تجربات کی گہرائیوں کو سمجھنے کا ذریعہ بن گئے۔ ان کی تحریریں نہ صرف فرد کے جذبات اور خیالات کو اجاگر کرتی ہیں بلکہ ان کے ذریعے سماجی مسائل پر ایک گہری نظر ڈالنے کا موقع بھی فراہم کرتی ہیں۔ ان کی کہانیاں قاری کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ فرد اور سماج کے باہمی تعلقات کس طرح انسانی نفسیات کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کے افسانے اکثر محرومی اور ناکامی کے جذبات کے گرد گھومتے ہیں۔ قاسمی کے افسانوں میں محبت ایک مرکزی موضوع کے طور پر موجود ہے، لیکن یہ محبت عام طور پر نفسیاتی گہرائی کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ پرمیشر سنگھ جیسے افسانوں میں محبت اور انسانیت کے فلسفے کو فرد کی داخلی دنیا کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔

ان کی کہانیوں میں فرد کا داخل کے ساتھ مکالمہ کرتے نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر، چوپال، بین، ثواب، میں فرد اپنی زندگی اور حالات پر غور کرتا ہے، ان کے اندرونی خوف، خواہشات اور تضادات آشکار ہوتے ہیں۔ ان کے کردار اکثر صحیح اور غلط کے بیچ الجھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کشمکش ان کی شخصیت کو مزید پیچیدہ اور حقیقی بناتی ہے۔ قاسمی کی زبان سادہ لیکن دلکش ہے، وہ علامتوں اور استعاروں کا عمدہ استعمال کرتے ہیں، جس سے کہانی کی گہرائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ کہانیاں دیہاتی ماحول سے پنپتی ہیں ان کے موضوعات عام انسانی زندگی کے مسائل ہیں جس میں اہم مرکز معاشی بدحالی اور سماجی بیگانگی ہے تاہم انہوں نے واقعات کو اس سطح پر ترتیب دیا کہ کرداروں کی نفسیاتی جہتیں ابھر کر سامنے آجاتی ہیں انہوں نے اس کے لئے کسی مشکل اسلوب یا بیانیہ کا ہاتھ نہیں تھاما، نہ ہی واقعات کو تجریدی پیرایہ دیا، وہ سہل اور فطری انداز میں عام فرد کی داخلی کیفیات کو تخلیق کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نفسیاتی حوالہ ان کی کہانیوں میں فطری لگتا ہے اور قاری کو کسی واہمہ کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ ان کے موضوعات عام گھریلو زندگی، بھوک، غربت سے جنم لیتے ہیں تاہم ان میں کرداروں کے ذریعہ ایسے وسائل بروئے کار لائے جاتے ہیں جو قاری کی اندرون تک رسائی آسان کر دیتے ہیں۔

> "جس طرح پریم چند نے دیہات کے موضوع پر افسانے لکھ کر یہاں کے لوگوں کے مسائل کی عکاسی کی ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے بھی پنجاب کے دیہاتوں کی عکاسی کی ہے"۔۳

قاسمی کے افسانوں میں عشق و محبت، سوز گداز، دیہاتی زندگی کے المیے، ملک کا بٹوارہ، فسادات، یعنی ہولناکیوں میں تخیل و تصور کی دلفریبی سب مل جاتے ہیں ان کی کہانیوں کے کردار ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں وہ پڑھے لکھے بھی ہیں اور مزدور و کسان بھی، جس کی وجہ سے ان کی کہانیوں میں انسانی جذبات کی نرم و نازک کیفیات اور دھیمی فضا بھی موجود ہے جبکہ جنگ میں لڑتے موت سے ڈرتے اور زندگی کے الم کو سہتے انسان بھی موجود ہیں افسانہ پرمیشر سنگھ فسادات کے موضوع پر لکھا گیا ہے، تاہم افسانے کی مجموعی فضا انسانی نفسیات میں ظلم و ستم کے عوامل کو پیش کرتا ہے ۔ملک کا بٹوارہ ہو رہا ہے اور اختر ماں کے ساتھ پاکستان جارہا ہے، راستے میں وہ ماں سے بچھڑ جاتا ہے سکھ اسے مارنا چاہتے ہیں جبکہ پرمیشر سنگھ اس کی جان بچاتا ہے پورے افسانے میں انسان کی اندرونی فطری نیکی کو سامنے لایا گیا ہے

کہ حالات کیسے بھی ہوں، مثبت قدریں اسے حالات کے سامنے مجبور نہیں کرتی۔ پر میشر سنگھ ہمدردی اور جذبۂ خدمت خلق کا احساس رکھتا ہے افسانہ نگار نے نفسیاتی طور پر انسان کی فطری اچھائی کو موضوع بنایا ہے. پر میشر سنگھ اپنے بیٹے کرتار سے محروم ہو چکا ہوتا ہے وہ اختر کو اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کا نعم البدل مان چکا ہے، اس کی بیوی اور آس پاس برادری والے اختر کی وجہ سے اس سے خفا رہنے لگتے ہیں البتہ پر میشر سنگھ اختر کو اپنا بیٹا مان چکا ہے ایک دن جب اختر بیمار ہوتا ہے تو وہ اس کے لئے دن رات بے چین رہتا ہے پورے افسانہ کا منظر نامہ اختر و پر میشر سنگھ کے نفسیاتی لگاو اور الجھنوں پر مبنی ہے اختر پر میشر کے ہوتے احساس تحفظ محسوس کرتا ہے اور پر میشر اس میں اپنے بیٹے کو تلاش کرتا ہے پر میشر کی بیوی مذہب کو بہانہ بنا کر اس ی نالاں رہتی ہے

اختر اور پر میشر سنگھ دونوں فرد کی اندرونی نفسیاتی الجھنوں کو عیاں کرتے ہیں۔ بٹوارے کے وقت کا ماحول، نفرت، تشدد، اور مذہبی تفریق سے بھرا ہوا ہے، اس کہانی کا پس منظر ہے، لیکن اس کے باوجود پر میشر سنگھ کے کردار میں انسانیت اور ہمدردی کی خصوصیات نمایاں ہیں۔ اختر، جو اپنی ماں سے بچھڑنے کے بعد بے یار و مددگار رہ جاتا ہے، ایک کمزور اور خوفزدہ بچے کی نفسیاتی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ اجنبی ماحول اور مخالف مذہب کے لوگوں کے درمیان عدم تحفظ کا شکار ہے۔ تاہم، پر میشر سنگھ کی موجودگی اسے سکون اور تحفظ کا احساس دلاتی ہے۔ پر میشر سنگھ کی دیکھ بھال اور محبت اختر کے اندر موجود خوف کو کم کرتی ہے اور ایک باپ جیسی شخصیت کی کمی کو پورا کرتی ہے۔ اختر کی نفسیاتی کیفیت پر میشر سنگھ کے ساتھ بڑھتے ہوئے رشتے کے ذریعے تبدیل ہوتی ہے، اور وہ خود کو محفوظ محسوس کرنے لگتا ہے۔ پر میشر سنگھ کا کردار نفسیاتی طور پر گہرائی رکھتا ہے۔ اپنے بیٹے کرتار کے کھو جانے کے بعد وہ شدید جذباتی صدمے کا شکار ہے، اور اختر میں وہ اپنے بیٹے کی جھلک دیکھتا ہے۔ اس کی اختر کے لیے محبت اور حفاظت کا جذبہ دراصل اس کی اندرونی خواہش کا اظہار ہے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کی جگہ کسی کو دے سکے۔ تاہم، اس کی بیوی اور برادری کی مخالفت اسے مزید الجھن میں ڈال دیتی ہے۔ بیوی کی مذہبی بنیاد پر ناپسندیدگی اور برادری کا دباؤ اس کے اندر ایک نفسیاتی کشمکش پیدا کرتا ہے، لیکن وہ اختر کی محبت اور اپنے اندرونی اصولوں پر قائم رہتا ہے۔

پر میشر سنگھ کی بیوی کا کردار ایک الگ نفسیاتی زاویہ پیش کرتا ہے۔ وہ مذہب کو ایک ایسا ہتھیار بناتی ہے جو اختر کے خلاف اس کی ناپسندیدگی کو ظاہر کرتا ہے، لیکن در حقیقت وہ اپنے شوہر کی عدم توجہ اور اپنی برادری کی مخالفت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا رویہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح سماجی دباؤ اور مذہبی تعصب انسانی جذبات کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اس کہانی میں احمد ندیم قاسمی نے انسان کی اندرونی اور فطری نیکی کو موضوع بنایا ہے اور یہ دکھایا ہے کہ انتہائی مشکل حالات میں بھی انسان کے اندر ہمدردی، محبت، اور قربانی کا جذبہ موجود رہتا ہے۔ اختر اور پر میشر سنگھ کے تعلقات اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسان کی مثبت نفسیاتی قدریں اسے نفرت اور تعصب سے اوپر اٹھا سکتی ہیں۔ افسانہ "سپاہی بیٹا" میں ایک ماں کا بیٹا مر چکا ہے وہ اپنے بیٹے کو زندہ تصور کرتی ہے اس کے لاشعور میں بدلہ لینے کا خواب موجود ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے مردہ بیٹے کو زندہ بتاتی ہے

"لاشعور ہی نفس ہے لیکن ماہیت اور فطری خصوصیات سے ہم خارجی دنیا کی مانند نا آشنا رہتے ہیں"۔۴

دوسری جنگ عظیم کی ہولناکیوں میں نوجوان نسل کے لئے خوف کی علامت جنگ تھی، جس میں معاش کا دھوکہ دے کر بہت سارے جوانوں کو بھرتی کیا گیا جنگ سے قبل اور جنگ کے دوران انسانی نفسیات میں خوف ،شدید جذباتی دباؤ، غم کی کیفیت،اور باطنی اضطراب جیسی کیفیات فرد کے داخل سے وابستہ رہی،ان کے افسانے ان ہندوستانی نوجوانوں کی کہانی بیان کرتے ہیں جو معاشی تنگی کے باعث برطانوی فوج میں بھرتی ہوئے اور جنگ عظیم دوم کے بھیانک تجربات سے گزرے۔ ان کی یہ مجبوری انہیں ایک ایسی جنگ میں لے آئی جس کے مقصد سے وہ واقف نہیں تھے اور نہ ہی اس میں ان کی کوئی ذاتی دلچسپی تھی۔ غربت اور بے روزگاری کے شکار یہ نوجوان اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے برطانوی فوج کا حصہ بنے، مگر جنگ کے خوفناک مناظر اور ان کے اثرات نے ان کی نفسیات کو متاثر کیا۔ان نوجوانوں کے ذہنوں میں ہمیشہ موت کا خوف رہتا۔ ہر لمحہ زندگی اور موت کے بیچ گزرتا،اور اس مسلسل خوف نے انہیں شدید ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیا۔جنگ کے دوران جب بھی وہ گولیوں کی آواز، دھماکوں کی شدت اور زخمیوں کی چیخ و پکار سنتے، ان کے اندر کا خوف اور بھی بڑھ جاتا۔ یہ خوف ان کے دل و دماغ میں گھر کر گیا تھا اور جنگ کے بعد بھی وہ اس سے نجات نہیں پا سکے۔ جنگ میں شریک ہونے کے بعد جب وہ زخمی ساتھیوں اور بے بسوں کو مرتے دیکھتے تو ان کے دل پر بوجھ بڑھتا چلا جاتا۔ بے بسی، لاچاری، اور خونریزی کے مناظر ان کے ذہنوں پر گہرے نقوش چھوڑ جاتے۔ واپس آنے کے بعد یہ یادیں ان کے ذہنوں میں بسی رہتیں اور انہیں مسلسل بے چینی میں مبتلا کر دیتیں۔ان کہانیوں میں فرد کے اندر چھپی ہوئی کشمکش، خوف، بے بسی، اور جرم کے احساس کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ان مسائل کا سامنا کرنے کے باوجود، یہ نوجوان ایک ایسی جنگ میں شامل ہوئے جس کا انہیں کوئی فائدہ نہ تھا، مگر یہ تجربات انہیں ہمیشہ کے لیے بدل کر رکھ گئے۔

"دباو کے باوجود بھی خیالات بھیس بدل بدل کر شعور پر اثر انداز ہوتے ہیں اس لئے فرائیڈ کے خیال میں ہمارا بھی فعل اتفاقی نہیں ہوتا بلکہ لاشعوری نے پہلے ہی سے اس کے وقوعہ کو معین کر رکھا ہے"۵

افسانہ ماممتا میں ایک ماں اپنے بیٹے کو برما کے محاذ پر روانہ کرتی ہے اس کا بیٹا جنگ میں قیدی بن جاتا ہے اور اس کی ماں دن رات اپنے بیٹے کے لئے تڑپتی ہے ماں اور بیٹا دونوں ناسٹلجیائی کیفیات سے گزرتے ہیں شدید اعصابی تناؤ ان کے سوچنے سمجھنے کی طاقت پر حاوی رہتا ہے، افسانہ نگار نے ماں بیٹے کی نفسیاتی کیفیات کو واقعات میں ان کے رد عمل سے پیش کیا ہے وہ دونوں ایسے اعمال کا حصہ بنتے ہیں جو انسان شعوری طور پر خوف اور واہمہ میں کرتا ہے

"آتے وقت میں نے ماں کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے کی کوئی جھری ایسی نہ تھی جس میں آمسوندی بن کر پھیل نہ گئے ہوں"۔٦

یہ اقتباس دوسری جنگ عظیم کے پس منظر میں ماں اور بیٹے کے جذبات اور نفسیات کی گہرائی کو بیان کرتا ہے۔ماں کے چہرے کی جھریوں میں آنسوؤں کا بہنا اس کے دکھ، خوف، اور بے بسی کا عکاس ہے۔ایک ہندوستانی ماں کے لیے اپنے بیٹے کو جنگ پر بھیجنا نہ صرف جذباتی آزمائش ہے بلکہ اس کا سامنا ان ثقافتی اور سماجی اصولوں سے بھی ہوتا ہے جو اس قربانی کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں۔ ماں کی نفسیات میں دوہری کیفیت ہے۔ ایک طرف وہ اپنے بیٹے کی حفاظت کے لیے فکر مند ہے، دوسری طرف وہ سماج کے اس دباؤ کو محسوس کرتی ہے جو جنگ کو فرض اور عزت سے جوڑتا ہے۔اس کے لیے بیٹے کی جدائی ناقابلِ برداشت ہے، لیکن وہ اسے اپنی محبت اور دعاؤں کے ساتھ روانہ کرتی ہے، گویا اس کی زندگی کی سب سے بڑی قربانی دے رہی ہو۔ اس کی آنکھوں کے آنسو ماں کے دل میں چھپے خوف اور بے بسی کی تصویر ہیں، جو ظاہر کرتے ہیں کہ جنگ نہ صرف میدان میں لڑنے والوں کو متاثر کرتی ہے بلکہ ان کے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی۔ دوسری طرف، بیٹے کی نفسیات بھی پیچیدہ ہے۔ وہ ماں کے جذبات کو سمجھتا ہے اور اس کے دکھ کو محسوس کرتا ہے، لیکن اس کے دل میں بھی ایک کشمکش ہے۔ ایک طرف، وہ اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے تیار ہے، دوسری طرف، وہ اپنی ماں کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے پر شرمندہ اور بے چین ہے۔ جنگ پر جانے کا خیال اس کے دل میں خوف اور جوش کا ایک عجیب امتزاج پیدا کرتا ہے۔ وہ خود کو بہادر اور فرض شناس دکھانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اندر سے وہ اپنی زندگی اور اپنے پیاروں کے لیے پریشان ہے۔ یہ دونوں کردار جنگ کے انسانی پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ ماں اور بیٹے کے درمیان محبت، قربانی، اور خوف کے یہ جذبات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جنگ نہ صرف جسمانی بلکہ جذباتی اور نفسیاتی سطح پر بھی تباہ کن ہوتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی جیسے مصنفین نے ان موضوعات کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ قاری نہ صرف کہانی کے کرداروں سے جڑتا ہے بلکہ ان کی تکلیف کو بھی محسوس کرتا ہے۔ان کے افسانوں میں فرد کا نفسیاتی رجحان اجتماع کی جانب نہیں وہ خود اپنے داخل سے لڑتا ہے معاش کی فکر اس کے فیصلوں کو کمزور کر دیتے ہیں وہ ایسے اقدامات کرتا ہے جس کو اس کا ضمیر تسلیم نہیں کرتا البتہ ان کرداروں میں تاثر موجود ہوتا ہے کہ وہ خود کو ان واقعات میں بطور احسن ڈھال لیتے ہیں۔

افسانہ گھر سے گھر تک" بظاہر عام عوامی اور گھریلوں کہانی ہے تاہم مادیت پرستی انسان سوچ کے دائروں کو پھیلا کر اس کے ظاہر و باطن کو مصنوعی بنا دیتی ہے انسان کی ظاہری خواہشات جب تجاوز کرتی ہیں تو وہ ان کے جھوٹ کو بھی قابل قبول سمجھتا ہے اور سماج کے ہر رخ کو اسی انداز سے دیکھنا چاہتا ہے جیسے اس کو پسند ہو، دوسری جانب ان کرداروں میں احساس کمتری و برتری دونوں منفی رجحانات کا باعث بنتے ہیں:

"احساس کمتری اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ ماحول میں انہیں اچھا نہیں سمجھا جاتا"۔ ۷

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں نفسیاتی رجحانات فرد کے خوف و معاش کے ساتھ اس کے سماجی رویوں کی بھی عکاسی کرتے ہیں ان کے داخل کی کیفیات خارج کی زندگی پر گہرے اثرات رکھتے ہیں کوئی بھی فرد جب احساس کمتری میں رہے گا تو سماجی زندگی میں ہر حوالے سے کمزوری کا سامنا کرے گا معاشی حوالہ سے ان کے افسانوں میں فرد کی نفسیات

گونا گوں مسائل کو سامنے لاتی ہیں ہیجان کی مختلف قسمیں ہیں جن میں خوف ہو یا ان سے منفی رویے جنم لیتے ہیں افسانہ ثواب میں ایک بیوہ عورت معاشی ابتری کی وجہ سے لوگوں کے لئے پہاڑ سے پانی لاتی ہے اور جب اس کا اکلوتا بیٹا کنویں میں گر جاتا ہے تو مصنف اس کے کردار میں ماتم کی بجائے وہ اندرونی خلفشار سامنے لاتا ہے جن سے معاشی زوال اور فرد کے المیے جنم لیتے ہیں اس کے چہرے کی لکیروں سے اندرونی اضطراب اور بھوک و افلاس کی تاریخ کو پڑھا جاسکتا ہے اس کا بے ہوش ہونا جہاں ایک غم کی عکاسی ہے وہیں پر فرد کی معاشی غلامی اور مجبوریوں کی بھی داستان ہے

"رسی کھینچنے والے تین آدمیوں نے پہلی بار پلٹ کر دیکھا تو کنویں کے مضافات خالی
ہو چکے تھے وہ جہاں ایک میلہ سالگ گیا تھا اب وہاں شیشم کے پتے اڑ رہے تھے"۔
۸

ان کے افسانوں میں نفسیاتی حوالے سے فرد کی جنسی زندگی یا خواہش کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ قاسمی کے افسانوں میں سماجی و معاشرتی المیوں کو جنس کی علامت میں پیش کیا گیا افسانہ سفید گھوڑا میں بظاہر سفید گھوڑا ایک بوتل کا نشان ہے یا افسانہ کنجری میں ایک ماں اپنی نسل کو جنسی بے راہ روی پر لگاتی ہیں۔ افسانہ "بین" درباروں میں رونما ہونے والی المیوں کی کہانی ہے مصنف نے جنس کے روپ میں سماجی زندگی کے زوال زدہ پہلوؤں کو موضوع بنایا ہے ہماری روایات ،عورت کا تصور، گھریلوں زندگی، خاندان کے سلسلے، ان سب میں بنیادی کمزوری انسانی رویوں کے زوال کی ہے جس میں فرد کا داخل جنس کے پردے میں غربت و افلاس کا استحصال کرتا ہے۔

"اس روز کمالاں ایک دم سے بدل گئ کنویں پر جاکر گھر میں سنی ہوئی باتیں ایسے
جوش سے سناتی جیسے کسی سے انتقام لے رہی ہو نو عمر لڑکیاں سنتیں لیکن جھینپ
جھینپ جاتیں اور بڑی بوڑھیاں ایک دوسرے کے کانوں پر منہ رکھ کر کہتیں آخر
کنجری ہے نا کنجری"۔۹

احمد ندیم قاسمی کے افسانے کنجری میں کمالاں کا کردار ایک ایسی عورت کی نفسیاتی کشمکش کی عکاسی کرتا ہے جو سماج کے دوہرے معیاروں اور ذاتی تجربات کی تلخیوں کے درمیان الجھ کر رہ جاتی ہے۔ کمالاں شروع میں ایک معصوم اور خود مختار لڑکی کے طور پر سامنے آتی ہے، جو عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے، لیکن جب وہ اپنے محبوب کی بے وفائی کا سامنا کرتی ہے، تو اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ جذباتی طور پر شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس بے وفائی کے بعد، وہ اپنے باپ اور دادی کی بات مان کر جسم فروشی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ کمالاں کی دادی اور باپ کا کردار بھی اہم ہے، کیونکہ وہ اس کی زندگی کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ دادی اور باپ اپنی غربت اور سماجی حالات سے مایوس ہو کر کمالاں کو اس راستے پر لے جانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ یہ رویہ ان کی اپنی نفسیاتی شکست کی نشاندہی کرتا ہے، جہاں وہ اپنی مشکلات کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں اور کمالاں کے جذبات یا خواہشات کو اہمیت نہیں دیتے۔ محبوب کا کردار، جو کمالاں کے اعتماد کو توڑتا ہے، اس بات کی نمائندگی کرتا ہے کہ کس طرح مردانہ بے وفائی اور معاشرتی بے حسی عورتوں کو جذباتی اور نفسیاتی طور پر برباد کر دیتی ہیں۔ محبوب کے اس

رویے سے کمالاں کے دل میں بدلے اور انتقام کا جذبہ جنم لیتا ہے، جس کی جھلک اس کے جوش بھرے بیانات اور طرزِ عمل میں نظر آتی ہے۔ افسانہ کمالاں کی زندگی کی اس حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ سماج کی منافقت اور ذاتی رشتوں کی بے وفائی کس طرح ایک عورت کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس راستے پر لے جا سکتی ہے جو اس کی اصل خواہشات کے برعکس ہوتا ہے۔ کمالاں کا کردار اس نفسیاتی الجھن کا آئینہ دار ہے، جو اسے سماجی دباؤ، محبت کی ناکامی، اور خاندانی توقعات کے درمیان جھونک دیتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں فرد کا داخل انسانی فطرت کو پیش کرتا ہے اس کے اندر نیکی اور بدی کی نفسیات یا تصور وقت و حالات کے وقوع ہونے پر سامنے آجاتی ہے قاری یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آیا ان واقعات کا تعلق فرد کی داخلی نفسیات سے ہے یا حالات کی نوعیت سے، مثلاماں کا تصور دنیا کی ہر تہذیب میں امن کا تصور ہے ماں چاہے کسی بی قبیلے یا تہذیب سے ہو اس کی ذات میں محبت و قربانی کا عنصر غالب ہے افسانہ "پاوں کا کانٹا میں ایک سوتیلی ماں سوتیلے بیٹے کو ایذا پہنچا کر سکون حاصل کرتی ہے

> "وہ اس کے جڑوں میں گھونسا جماتے ہوئے کہتی ہے تو مجھے بتایا کیوں نہیں؟۔۔۔ کریم نے کئی بار محسوس کیا کہ گھونسے کے زور سے اس دل رک گیا ہے لیکن وہ کم بخت اچانک دھڑک اٹھتا"۔۱۰

احمد ندیم قاسمی کے افسانہ "پاؤں کا کانٹا" میں انسانی نفسیات کی پیچیدگیوں کو سوتیلی ماں، سوتیلے بیٹے، اور باپ کے تعلقات کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ افسانے کا یہ اقتباس ماں کی ظاہری سختی اور بیٹے کے جذباتی کرب کی شدت کو ظاہر کرتا ہے، جو ان کے درمیان ایک نفسیاتی کشمکش کی عکاسی کرتا ہے۔ سوتیلی ماں کا کردار انتقامی جذبے اور ماضی کے زخموں سے بھرپور ہے۔ وہ اپنے سوتیلے بیٹے کریم کو بار بار اذیت دے کر گویا اپنے اندر کی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ "تو مجھے بتایا کیوں نہیں؟" جیسے جملے اس کی شخصیت کی تلخی اور جذباتی بے چینی کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اپنے عمل سے کریم کو مسلسل یاد دلاتی ہے کہ وہ اس کے لیے ایک بوجھ ہے۔ اس کی نفسیات کا یہ پہلو ظاہر کرتا ہے کہ شاید وہ اپنے ہی حالات سے غیر مطمئن ہے اور اپنے ارد گرد کے لوگوں پر اپنی ناکامیوں اور محرومیوں کا غصہ نکالتی ہے۔ کریم، جو ان تمام تکالیف کا شکار ہے، نفسیاتی طور پر ایک معصوم لیکن اذیت زدہ بچے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جب وہ اپنی ماں کے گھونسے محسوس کرتا ہے تو یہ نہ صرف جسمانی تکلیف بلکہ جذباتی صدمے کی علامت بھی ہے۔ وہ ماں کی نفرت کو برداشت کرتا ہے لیکن اس کے دل میں اس کے لیے ایک غیر معمولی وابستگی بھی باقی ہے، جو اس کے اندرونی تضاد کو ظاہر کرتی ہے۔ "لیکن وہ کم بخت اچانک دھڑک اٹھتا" جیسے جملے کریم کی اس اندرونی خواہش کو بیان کرتے ہیں کہ وہ ماں کی محبت کو حاصل کرنا چاہتا ہے، چاہے وہ اسے تکلیف ہی کیوں نہ دے۔ باپ کا کردار ان دونوں کے درمیان ایک غیر فعال یا خاموش تماشائی کی طرح ہے۔ وہ اپنی بیوی کی سختی اور بیٹے کے درد کو دیکھتے ہوئے بھی خاموش رہتا ہے۔ یہ خاموشی اس کی نفسیاتی بے بسی اور سماجی ذمہ داریوں کے بوجھ کو ظاہر کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی دوسری بیوی کو کھونے کے خوف یا سماج کے دباؤ کے تحت اس سلوک کو نظر انداز کرتا ہو، لیکن اس کا یہ رویہ گھر

کے ماحول کو مزید خراب کرتا ہے۔ پاؤں کا کانٹا میں سوتیلی ماں، سوتیلے بیٹے، اور باپ کے درمیان تعلقات کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ یہ نہ صرف انفرادی نفسیات بلکہ خاندانی تعلقات کی پیچیدگیوں کو بھی عیاں کرتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے ان کرداروں کے ذریعے یہ دکھایا ہے کہ کس طرح محبت، نفرت، اور بے بسی ایک ساتھ انسانی رشتوں کو متاثر کرتے ہیں اور ان کی گہرائیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

سوتیلی عورت کے روپ میں اس کے مزاج میں خود غرضی، اذیت پسندی، اور ظلم کے عناصر موجود ہوتے ہیں وہ جھلتے ہوئے بچے کے زخموں کو ٹھیک ہونے نہیں دیتی، سوتیلی ماں کا کردار باطن و خارج میں منفی رجحانات کی عکاسی کرتا ہے مصنف نے کریم اور اس کی سوتیلی ماں کے کردار میں دونوں کی اندرونی کیفیات کو خوب صورتی سے پیش کیا ہے کریم کی ماں اجتماعی لاشعور کی پوری تاریخ سے دبی ہوئی ہے جس میں سوتیلا پن انسانوں کے جذبات پر حاوی رہتا ہے وہ چاہتے ہوئے بھی شوہر کی محبت کو تقسیم نہیں کرتی اور کریم اپنے والد سے ماں کی نسبت زیادہ وقت مانگتا ہے یوں دونوں کرداروں کا احساس محرومی و احساس کمتری کہانی میں انتقام کی نفسیات کو پیش کرتی ہے قاسمی کے افسانے سماجی نفسیات کی کئی جہتوں کی عکاسی کرتے ہیں ان کے کردار داخل میں خانگی معاشرتی، خاندانی، رشتوں میں فرار حاصل نہیں کرتے ان کی کہانیوں میں فرد کا داخل یاس انگیز بھی نہیں وہ زندگی کے روشن پہلوؤں کو تخلیق کرتے ہیں ان کے کردار اندرونی طور پر دیہات و شہری ہر طرز زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔

قاسمی کے افسانوں میں فرد جہاں متضاد رویوں کا شکار ملتا ہے وہاں پر جذبات کے تحت وہ احساس نفرت سے گزرتا ہے حسد اور نفرت کا رویہ اس کی گفتگو میں موجود رہتا ہے افسانہ گھر سے گھر تک میں اشاعت ذات اور جبلت حیات دونوں رویے موجود ہیں جس میں سماجی سطح پر فرد کا خارج داخل پر واضح برتری حاصل کرتا ہے وہ خود نمائی کے احساس میں دوسرے لوگوں کی توجہ حاصل کرنا چاہتا ہے مذکورہ افسانے میں مصنف نے exhibitionism کی مختلف صورتحال کو موضوع بنایا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانے "الحمد اللہ" میں مولوی ابوالبرکات مرکزی کردار ہے، جو ایک ایسے فرد کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنی ذمہ داریوں اور حقیقی مسائل سے غافل ہے۔ مولوی صاحب کے بہت سے بچے ہیں، لیکن ان کی معاشی حالت نہایت ابتر ہے۔ مولوی ابوالبرکات کا کردار دراصل اس سماجی رویے کی عکاسی کرتا ہے جہاں مذہبی عقائد کو غلط انداز میں استعمال کر کے اپنی ناکامیوں اور بدانتظامیوں کو چھپایا جاتا ہے۔ ان کی بیوی ایک طرف کثرتِ اولاد کے بوجھ اور دوسری طرف شدید غربت کی وجہ سے احساس محرومی کا شکار ہے۔ وہ اپنی زندگی کے مسائل کو نہایت صبر اور خاموشی سے سہتی ہے، لیکن اس کی داخلی دنیا شدید تکلیف اور بے چینی سے بھری ہوئی ہے۔ یہ افسانہ نہ صرف فرد کی نفسیاتی الجھنوں کو بیان کرتا ہے بلکہ اس سماجی نظام پر بھی تنقید کرتا ہے جو عورت کو ان حالات میں خاموشی سے جینے پر مجبور کرتا ہے۔ مولوی صاحب کی شخصیت سماجی اور مذہبی بے حسی کی علامت ہے، جبکہ ان کی بیوی ایک ایسی عورت کی نمائندگی کرتی ہے جو سماج کے بے رحم نظام کے تحت اپنی خواہشات اور ضروریات کو قربان کر دیتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے اس کردار کے ذریعے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ انسانی نفسیات کس طرح زندگی کے حالات اور سماجی رویوں سے متاثر ہوتی ہیں۔ یہ افسانہ نہ صرف سوتیلی ماں کی شخصیت کے نفسیاتی پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کس طرح سماجی عوامل اور ذاتی تجربات ایک فرد کے رویے کو تشکیل دیتے ہیں پاؤں کا کانٹا انسانی جذبات، نفسیات، اور رشتوں کی پیچیدگیوں کو ایک گہری بصیرت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

انسانی فطرت کا مشاہدہ ہے کہ ہر انسان مزاج کے حوالے سے دوسرے انسان سے مختلف ہے افسانہ نگار کرداروں کے ان ذہنی افتراق کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے تخلیقی مزاج سے کام لیتا ہے جس میں ہر فرد کی فطرت واقعات کے انتخاب میں اجاگر ہو،اس کے لئے مصنف کے پاس مشاہدہ اور نفسیات بینی کے ہنر کو سمھنا از حد ضروری ہے قاسمی کے افسانوں میں ان تمام امور کو ملحوظ رکھا گیا ہے وہ انسانی جذبات کی عکاسی واقعات سے تخلیق کرتے ہیں جب تک ان کا کردار متعلقہ مرحلے سے گزر کر ردعمل ظاہر نہیں کرتا قاری اس کے داخل کا مطالعہ نہیں کر سکتا، پرمیشر سنگھ جو بظاہر فسادات میں لوگوں کو مارتا ہے وہ ایک بچہ کی خاطر اپنی زندگی اور گھریلوں حالات بھی داؤ پر لگا دیتا ہے، قاسمی انسانی جذبات میں منفی مثبت دونوں طرح کے جذبات کا احاطہ کرتے ہیں جذباتی کیفیات میں کرداروں کی تمام کیفیات شامل ہیں ان کا غصہ، خوف، مایوسی، نیکی بدی سب جذباتی کیفیات میں عیاں ہو جاتا ہے۔ افسانہ بین میں جنسی ہوس اور سماج میں نام نہاد اچھائی کا حصول اور اس کی نفسیات کو موضوع بنایا ہے، رانو اور اس کی ماں، زوال زدہ جنسی مسائل میں گری انسانیت کے خلاف آواز بلند کرتی ہے تو پورا اجتماع ان کے خلاف ہو جاتا ہے،

"یہ کون لڑکی ہے جس کی آواز میں ہم فرشتوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سن رہے ہیں"۔۱۱

ان کے افسانوں میں فرد کی داخلی کیفیات کے ساتھ اجتماعی جنسی گرواٹ کو دبے انداز میں پیش کیا گیا ہے افسانہ کنجری ،سفید گھوڑا، اور بین میں انہوں نے ایسے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے جو جنس کو اخلاقی زوال کے طور پر پیش کرتا ہے جس میں فرد اور معاشرے کے مابین اقدار مفقود ہو جاتے ہیں۔ افسانہ جوتا "نیلا پتھر" میں انہوں نے طبقاتی کشمکش کو موضوع بنایا ہے احساس برتری و کمتری کو انہوں نے انسانی اخلاقی معیار کے اقدار کے طور پر پیش کیا، جس میں اعلی طبقہ طاقت کے حصول کو اپنا حق تصور کرتا ہے اور نچلا ان کی غلامی کو اپنا مقدر، یوں نسل در نسل چلنے والی اس اجتماعی لاشعور کی روایات کو انہوں نے افسانہ جوتا میں تخلیق کیا، کرموں ذات میں مراثی ہے اور وہ شادی بیاہ میں شرکت کرتا ہے ایسا وقت آتا ہے جب قوال اسے پارٹی سے نکال دیتے ہیں تاکہ ان پر برتری کا حق حاصل نہ ہو، وہ اپنے بچوں کو تعلیم دینا چاہتا ہے اور تینوں بچوں کو داخل کراتا ہے تو پورا گاوں باتیں کرنے لگتا ہے،

"چودھری نے اسے دروازے پر بلایا اور ڈانٹا، میراثی ہو کر اپنے بچوں کو پڑھاتے ہو، کیا شادیوں میں ان سے لوگ ڈھول شہنائی کے بجائے کتابیں سنیں گے"۔۱۴

احمد ندیم قاسمی کے افسانے "جوتا" میں فرد کا نفسیاتی المیہ طبقاتی تفریق اور سماجی جبر کی پیداوار ہے۔ کرموں مراثی اپنی ذات اور طبقے کی زنجیروں کو توڑ کر اپنے بچوں کے لیے ایک بہتر مستقبل کی خواہش رکھتا ہے، لیکن معاشرتی تعصب اور رویے اس کی خواہش کو نفسیاتی اذیت میں بدل دیتے ہیں۔ کرموں اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کا فیصلہ کرتا ہے، جو اس کے طبقے کے لیے غیر معمولی اقدام ہے۔ جب پورا گاؤں اس پر تنقید کرتا ہے اور چودھری یہ کہتا ہے، مراثی ہو کر اپنے بچوں کو پڑھاتے ہو، کیا شادیوں میں ان سے لوگ ڈھول شہنائی کے بجائے کتابیں سنیں گے؟" تو یہ جملہ کرموں کے اندرونی المیے کو اور گہرا کر دیتا ہے۔ کرموں کے لیے یہ صورتحال نہ صرف سماجی بلکہ ذاتی جدوجہد کا باعث بھی بنتی ہے۔ وہ اپنی ذات کے بارے میں احساس کمتری اور سماج کی طرف سے ملنے والی حقارت کے درمیان الجھا ہوا ہے۔ اس کے دل میں ترقی کی خواہش اور سماجی رکاوٹوں کے درمیان ایک گہرا تضاد موجود ہے، جو اسے شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو ایک بہتر زندگی دینے کے خواب دیکھتا ہے، لیکن ہر طرف سے ملنے والی مزاحمت اور تذلیل اس کے اعتماد کو متزلزل کرتی ہے۔

یہ نفسیاتی کشمکش صرف کرموں تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے بچوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ گاؤں والوں کی باتیں، چودھری کا رویہ، اور عمومی سماجی دباؤ ان کے ذہنوں میں اپنی حیثیت کے حوالے سے سوالات پیدا کرتے ہیں۔ اس نظام کے تحت، نچلے طبقے کے لوگوں کو بچپن سے ہی یہ سکھایا جاتا ہے کہ ان کی حیثیت محدود ہے اور ترقی کی کوئی گنجائش نہیں۔ کرموں کا المیہ دراصل اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح سماجی ڈھانچہ اور طبقاتی نظام ایک فرد کو نفسیاتی طور پر کمزور بنا دیتے ہیں۔ وہ اپنے خوابوں اور حقیقت کے درمیان الجھا رہتا ہے، اور یہ تضاد اس کی ذات کے اندر ایک گہری ٹوٹ پھوٹ کو جنم دیتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے اس کہانی کے ذریعے نہ صرف معاشرتی رویوں کو بے نقاب کیا بلکہ فرد کی نفسیاتی کیفیت کو بھی گہرائی سے اجاگر کیا ہے۔ افسانہ گنڈاسا میں مولے کا کردار ایسے انسان کا ہے جو بظاہر حالات کے سامنے مضبوط ہونے کی کوشش کرتا ہے تاہم اعصابی طور پر وہ کمزور ہوتا ہے اس کی فطرت نیک ہے جبکہ خارج کا ماحول اس کی فطرت کو دبانے کی کوشش کرتا ہے وہ ان حالات سے نبرد آزما ہے جن میں اس کے داخل و خارج کے مابین کشمکش کی صورتحال پورے افسانے پر چھائی ہے۔

> "وہ گھر کے دلان داخل ہوا تو رشتے دار اس کے باپ کی لاش کو تھانے اٹھالے جانے
> کا فیصلہ کر چکے تھے، منہ پیٹتی اور بال نوچتی ماں اس کے پاس آئی اور شرم تو نہیں
> آتی کہہ کر پھر لاش کے پاس چلی گئی"۔۱۵

مولا نے نفسیاتی طور پر اس قتل کو قبول کر لیا تھا شاید وہ انتقام بھی نہ لیتا لیکن ماں کے کلمات اس کے جذبات کو انتقام کی آگ سے تیز کر دیتے ہیں اور وہ باپ کے قاتل سے بدلہ لینے کے بعد جنازے میں شریک ہو جاتا ہے اس دن کے بعد مولا پورے گاؤں کے لئے دہشت کی علامت بن جاتا ہے وہ بظاہر اپنے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے اور دہشت کو رکھنے کے لیے اپنی چال ڈھال میں ایک للکار دکھاتا ہے، دوسری جانب مولے کی ماں کا کردار ہے جو اپنے بیٹے کو انتقام

ہر اکساتی ہے اور دشمن کے پورے کنبے کو مارنے کا کہتی ہے، افسانہ نگار معاشرے کے منفی و مثبت افکار رکھنے والے لوگوں کے افکار کو بیان کرتا ہے

"دراصل افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی کا افسانوی مقصد ہی اس محبت کے جذبے کو ابھارنا تھا جو مولا بخش جیسے خوفناک اور پتھر دل انسان کے اندر کہیں چھپا ہوا تھا لیکن نمودار نہیں ہو رہا تھا"۔۱۶

مولا بخش کے نفسیاتی المیے کی جڑ اس کے باپ کے قتل سے جڑی ہے، جسے وہ ابتدا میں ایک حقیقت کے طور پر قبول کر لیتا ہے۔ اس کے اندر انتقام کا جذبہ اس وقت شدت اختیار کرتا ہے جب اس کی ماں اسے مسلسل اس پر اکساتی ہے۔ مولا بخش اپنی ماں کی باتوں اور سماجی توقعات کے زیرِ اثر ایک ایسا قدم اٹھانے پر مجبور ہوتا ہے جو نہ صرف اس کی زندگی بلکہ اس کی شخصیت کو بھی بدل کر رکھ دیتا ہے۔ وہ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کے بعد اپنے گاؤں میں دہشت کی علامت بن جاتا ہے، لیکن یہ دہشت اس کے اندرونی خوف اور عدم تحفظ کو چھپانے کا ایک ذریعہ ہے۔ وہ اپنے رویے میں سختی اور طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے خوفزدہ رہیں اور اس کے وقار پر کوئی اور حملہ نہ کرے، لیکن اندر سے وہ مسلسل ایک نفسیاتی کشمکش کا شکار رہتا ہے۔ انتقام کے بعد بھی وہ سکون اور اطمینان حاصل نہیں کر پاتا، جو اس کے اندرونی کرب کو ظاہر کرتا ہے۔ مولے کی ماں کا نفسیاتی المیہ اس کے غم اور انتقامی جذبات کے گرد گھومتا ہے۔ اپنے شوہر کے قتل کے بعد وہ خود کو بے بس محسوس کرتی ہے اور اپنے بیٹے کو دشمن سے بدلہ لینے پر اکساتی ہے۔ وہ اپنے بیٹے کے ذریعے اپنے غصے اور تکلیف کا اظہار کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ وہ دشمن کے پورے خاندان کو ختم کر دے۔ ماں کے یہ جذبات نہ صرف اس کی اپنی تکلیف کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ اس کے بیٹے کی نفسیاتی حالت پر بھی گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ ماں کا کردار اس بات کی نمائندگی کرتا ہے کہ کس طرح غم اور انتقام کا جذبہ ایک انسان کو اندر سے کھوکھلا کر سکتا ہے اور اس کے ارد گرد کے لوگوں پر بھی منفی اثر ڈال سکتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے ان کرداروں کے ذریعے اس بات کو اجاگر کیا ہے کہ انتقام اور نفرت کے جذبات نہ صرف افراد بلکہ پورے خاندان اور معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ مولا بخش اور اس کی ماں کا کردار ان جذبات کی تباہ کن نوعیت کو نمایاں کرتا ہے ان کرداروں سے عیاں ہے کہ ایسے حالات میں محبت، معافی، اور انسانی ہمدردی کس قدر اہم ہو سکتی ہے۔ نظام نفسی سے ادب میں ان گوشوں پر بھی روشنی پڑتی ہے جہاں انسانی سوچ کی رسائی امکانی بن جاتی ہے۔ یہ جہاں مصوری یا بت تراشی کی طرح کیفیات کو پیش کرتا ہے وہاں پر شعور و لاشعور کے لاتعداد ہنگاموں سے بھی فنکار کو آگاہ کر دیتا ہے۔

"جدید نفسیات سے جو بھی ادب متاثر ہوا ہے اس میں ہمہ گیری اور بے شمار وسعتیں پیدا ہو گئی ہے"۔۱۷

احمد ندیم قاسمی کے افسانے انسانی نفسیات کے مختلف پہلوؤں کا گہرا مطالعہ پیش کرتے ہیں، جہاں کردار اپنی ذات کے اندرونی تضادات اور بیرونی دباؤ کے زیرِ اثر تشکیل پاتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں نفسیاتی عوامل مرکزی حیثیت رکھتے ہیں، جو انسانی رویوں اور جذبات کو نمایاں کرتے ہیں۔ ان کہانیوں میں سب سے نمایاں عنصر فرد کی جذباتی اور نفسیاتی

الجھنیں ہیں، جو سماجی حالات، طبقاتی نظام، مذہبی تعصبات، اور خاندانی توقعات کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں۔ ان کی کہانیوں میں کئی نفسیاتی عوامل دیکھنے کو ملتے ہیں، جیسے محرومی کا احساس، جو فرد کو دوسروں سے وابستہ کرنے یا ان سے دور کرنے کا باعث بنتا ہے۔ محبت، جو فطری طور پر انسانی نفسیات کا ایک مضبوط پہلو ہے، ان افسانوں میں افراد کو مشکل حالات میں بھی انسانیت اور ہمدردی کے جذبات پر قائم رہنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اسی طرح، غصہ اور انتقام، جنہیں دبایا نہیں جا سکتا، اکثر فرد کو ایسے راستے پر لے جاتے ہیں جہاں وہ اپنی شناخت اور وقار کو بچانے کے لیے حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ معاشرتی دباؤ بھی ان افسانوں میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ افراد اکثر سماجی توقعات کے مطابق فیصلے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، چاہے وہ ان کی فطری خواہشات اور جذبات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ طبقاتی تقسیم اور مذہبی تعصب نفسیاتی دباؤ پیدا کرتے ہیں، جو فرد کو احساسِ کمتری یا برتری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ یہ عوامل نہ صرف فرد کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ ان کے ارد گرد موجود افراد کے ساتھ ان کے تعلقات کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

قاسمی کے افسانوں میں بچے خاص طور پر ان عوامل کے زیر اثر معصومیت اور خوف کے درمیان جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ افسانہ ثواب، اور کنجری، اور الحمد اللہ میں ان کی شخصیت ان حالات میں تشکیل پاتی ہے، جہاں وہ خوف، عدم تحفظ، اور محبت کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

> "اس طرح سپر ایگو والدین کی جگہ لیتا ہے اور سوائے پیار و محبت کے باقی سب باتوں میں بالکل ان کا سارویہ اختیار کرتا ہے"۔۱۸

بزرگ کرداروں کے اندر غم، محرومی، اور ندامت جیسے احساسات غالب ہوتے ہیں، جو ان کے رویوں کو مزید پیچیدہ بناتے ہیں۔ ان کہانیوں میں فرد کی داخلی دنیا کے ساتھ سماجی دنیا کا بھی بھرپور تجزیہ کیا گیا ہے۔ کردار اپنی ذاتی خواہشات، اخلاقی اقدار، اور سماجی روایات کے درمیان کشمکش کا شکار رہتے ہیں۔ یہ نفسیاتی عوامل ان کہانیوں کو نہ صرف جذباتی گہرائی فراہم کرتے ہیں بلکہ انسانی رویوں کی ایک حقیقت پسندانہ تصویر بھی پیش کرتے ہیں، جو کسی بھی وقت کے انسانی تجربے کے لیے موزوں ہیں۔ قاسمی کے افسانے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ چاہے حالات کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہو، انسانی نفسیات کی مثبت قدریں، جیسے ہمدردی، محبت، اور قربانی، ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو قاسمی کے افسانے فرد کے داخلی نفسیات کی گہرائیوں کو بے حد باریک بینی سے پیش کرتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں کرداروں کی داخلی دنیا، سماجی اثرات، اور خارجی حالات کے درمیان کشمکش کو مرکزیت حاصل ہے۔ ہر کہانی انسانی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کو اجاگر کرتی ہے، جہاں فرد اپنی ذات اور معاشرتی دائرے کے درمیان جھولتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ان میں پیش کیے گئے نفسیاتی پیچیدگیاں زندگی کی لامحدود اضطرابی کیفیات کو بھی نمایاں ہونے میں معاون ہیں ان کے افسانے فرد کے اعصابی تناؤ اور ناسٹلجیائی کیفیات کے بھی غماز ہیں، یہ عوامل ان کرداروں کی زندگی میں اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب وہ سماجی دباؤ، محرومی، یا داخلی جذباتی کشمکش کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ تناؤ اکثر ان کے رویوں میں چڑچڑے پن، غصے، یا حد سے زیادہ حساسیت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں

میں، یہ تناؤ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں جیسے طبقاتی تفریق، خاندانی تنازعات، یا ذاتی ناکامیوں کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح ان کے کرداروں کا ماضی کے ساتھ جڑے جذباتی تعلق کا اظہار کرنا کئی نفسیاتی عناصر کو پیش کرتا ہے۔ ماضی کی خوشیوں، محرومیوں، یا گزرے ہوئے وقت اور سنہری لمحات کو یاد کرنے کا رجحان اس وقت شدت اختیار کرتا ہے جب حال کے حالات ان کی توقعات یا خواہشات کے برعکس ہوتے ہیں۔ ناسٹلجیائی کیفیات فرد کو جذباتی سکون بھی فراہم کرتی ہیں، لیکن بعض اوقات یہ حال کی حقیقتوں سے دور کرنے کا سبب بھی بنتی ہیں، جو مزید تناؤ اور بے چینی کو جنم دیتی ہیں۔ قاسمی کا کمال یہ ہے کہ ان عناصر کو نہایت مہارت سے پیش کرتے ہیں۔ مختلف کرداروں میں مختلف نفسیاتی کیفیات کا امتزاج ان کے جذباتی سفر کو ایک حقیقت پسندانہ شکل دیتا ہے۔ ان کے کردار اپنی زندگی کے ان پہلوؤں کے ذریعے اپنی داخلی کشمکش کا اظہار کرتے ہیں۔

"لاشعور میں تمنائیں بعض وقت پھیل جاتی ہے اور پھیل کر سماج کو بھی دھمکیاں دینے لگتی ہے"۔۱۹

ان کے افسانے ممتا، سفید گھوڑا، کنجری، بین، الحمد اللہ، ایک عورت تین کہانیاں ، موچی، گھر سے گھر تک، سپاہی بیٹا، ماں، ثبوت، بچے، پاگل، کپاس کا پھول، غیرت مند بیٹا، بین، سونے کا ہار، ممتا، پاوں کا کانٹا، پرمیشر سنگھ، عام انسانی زندگی میں فرد کے نفسیاتی ہیجان کی عکاسی کرتے ہیں، ان کے وہ کردار جو محرومی اور بے بسی کے جذبات سے دوچار ہیں، جیسے والدین کی جدائی یا طبقاتی تقسیم کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل، یہ احساسات ان کے رویوں میں تناو اور الجھن پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح، غصہ اور انتقام بعض کرداروں کو ان کی شخصیت کی تاریک پہلوؤں کی طرف لے جاتے ہیں، جہاں وہ اپنے داخلی جذبات پر قابو نہ پا کر سماجی رویوں سے متصادم ہو جاتے ہیں۔ معاشرتی دباؤ اور طبقاتی تقسیم قاسمی کی کہانیوں میں گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان کے کردار اکثر دباؤ کے زیرِ اثر اپنے خواہشات کو دباتے ہوئے سماجی توقعات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ طبقاتی تفریق، جس میں اونچ نیچ اور غلامی کا تصور شامل ہے،۔ نچلے طبقے کے افراد احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں، جب کہ اعلیٰ طبقے کے افراد اپنی برتری کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، افسانہ گھر سے گھر تک، گنڈاسا، میں ان رجحانات کو محسوس کیا جاسکتا ہے،

دوسری جانب بزرگ کردار غم، ندامت، اور قربانی کے جذبات کے ساتھ نظر آتے ہیں جو ان کی زندگی میں گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان کرداروں میں جذباتی تنازعات اور سماجی دباؤ کی کشمکش نمایاں ہوتی ہے۔ قاسمی نے انسان کی داخلی دنیا کو سماجی دنیا کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا ہے جس سے ان کے کرداروں کی نفسیات مزید پیچیدہ اور حقیقت پسندانہ ہو جاتی ہے۔ ان کے کردار اپنی خواہشات، سماجی روایات، اور اخلاقی اقدار کے درمیان ایک مستقل جنگ کا شکار رہتے ہیں۔ ان کہانیوں کے ذریعے قاسمی یہ دکھاتے ہیں کہ انسان کی فطری نیکی اور مثبت قدریں ہمیشہ موجود رہتی ہیں چاہے حالات کتنے ہی کٹھن کیوں نہ ہوں۔ ان کے افسانے اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسانی نفسیات کی گہرائیوں کو سمجھنے کے لیے یہ کہانیاں ایک بہترین ذریعہ ہیں، جو انسانی جذبات، رویوں، اور کشمکش کو گہرائی سے بیان کرتی ہیں۔

اس طرح احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں فرد کے داخل میں سماجی بیگانگی، تنہائی، اور احساس کمتری و برتری جیسے نفسیاتی عوامل کو پیش کیا ہیں، جو ان کے کرداروں کی شخصیت اور رویوں کو گہرائی فراہم کرتے ہیں۔ یہ عناصر ان کی کہانیوں

کے موضوعات کو سماجی حقیقتوں سے جوڑتے ہیں اور انسانی رویوں کی گہرائیوں کو اجاگر کرتے ہیں سماجی بیگانگی ان کے کرداروں میں اس وقت نمایاں ہوتی ہے جب وہ خود کو معاشرے سے الگ تھلگ محسوس کرتے ہیں۔ یہ بیگانگی طبقاتی فرق، سماجی تعصب، یا ذاتی حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کردار اکثر یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ سماج کے عمومی دھارے سے جڑے نہیں ہیں، جس کی وجہ سے وہ یا تو تنہائی اختیار کر لیتے ہیں یا سماجی روایات سے بغاوت کرتے ہیں۔ یہ کیفیت کرداروں کو جذباتی اور نفسیاتی کشمکش کی طرف لے جاتی ہے، جو ان کے فیصلوں اور زندگی کے تجربات پر گہرے اثرات ڈالتی ہے۔ تنہائی قاسمی کے کرداروں کی زندگی کا ایک اہم جزو ہے، جو اکثر سماجی رویوں یا ذاتی حالات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ تنہائی نہ صرف ان کے اندرونی جذبات کی عکاسی کرتی ہے بلکہ ان کی نفسیاتی پیچیدگی کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ کردار تنہائی کے دوران اپنے خیالات اور جذبات کا جائزہ لیتے ہیں، جو کبھی انہیں روحانی سکون دیتی ہے اور کبھی مزید الجھنوں میں ڈال دیتی ہے۔ احساس کمتری و برتری قاسمی کے افسانوں کے اہم موضوعات میں شامل ہیں۔ طبقاتی فرق اور سماجی تفریق کے زیرِ اثر، نچلے طبقے کے کردار اکثر احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں، جو ان کی شخصیت میں جھجک، مایوسی، اور خود کو کمتر سمجھنے کا رجحان پیدا کرتا ہے۔ دوسری جانب، اعلیٰ طبقے کے کردار اپنی حیثیت اور طاقت کے باعث احساس برتری میں مبتلا رہتے ہیں، جو انہیں دوسروں کو حقیر سمجھنے پر اکساتا ہے۔ یہ دونوں جذبات نہ صرف کرداروں کی داخلی کشمکش کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ معاشرے کی عدم مساوات کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی ان نفسیاتی عوامل کے ذریعے انسان کے رویوں اور سماجی مسائل کی گہرائی کو بیان کرتے ہیں۔ ان کے کردار انفرادی اور اجتماعی نفسیاتی مسائل کی نمائندگی کرتے ہیں، جو انسانی تجربات کو حقیقت پسندانہ اور قابلِ فہم بناتے ہیں۔ ان کے افسانے انسانی نفسیات اور سماجی حقیقتوں کا خوبصورت امتزاج ہیں، جو قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ ان عوامل کا اثر انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کس طرح پڑتا ہے۔

یہ رویے ماضی کے تجربات، موجودہ حالات، اور سماجی دباؤ سے جڑے ہوتے ہیں، جنہیں قاسمی نے بڑی حساسیت سے بیان کیا ہے۔ ان کے افسانے فرد کی اس اندرونی کشمکش کو واضح کرتے ہیں جو سماج کے ساتھ تعلقات اور ذات کے اندرونی تضادات کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ قاسمی کے کردار اپنے نفسیاتی عوامل کے ذریعے نہ صرف اپنی ذات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ سماجی حقیقتوں کا بھی سامنا کرتے ہیں، جو ان کے افسانوں کو گہرائی اور حقیقت پسندی عطا کرتی ہے۔ یوں، قاسمی کے افسانے انسانی نفسیات اور سماجی زندگی کے پیچیدہ تعلق کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱. مجنوں گورکھپوری ادب اور زندگی اردو گھر علی گڑھ ۱۹۶۵ ص ۷۶
۲. سید احتشام حسین ذوق ادب اور شعور، بار اول ادارہ فروغ اردو لکھنو ۱۹۵۵ ص ۱۰۲
۳. ندیم قاسمی کی افسانہ نگاری، ص ۱۱، ڈاکٹر قاسم ظفر خان رفیع گنج اورنگ آباد بہار بھارت مئی ۱۹۹۶۳
۴. ڈاکٹر سلیم اختر تین بڑے نفسیات دان سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۲۰ ص ۱۲۶
۵. ڈاکٹر سلیم اختر، تین بڑے نفسیات دان سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸ ص ۱۹۹

۶. احمد ندیم قاسمی افسانہ ممتا مشمولہ احمد ندیم قاسمی کے خود منتخب کردہ چالیس بہترین افسانے ،سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ ص ۳۳۲

۷. ڈاکٹر سلیم اختر تین بڑے نفسیات دان سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۲۰ ص ۱۹۹

۸. ندیم قاسمی افسانہ ثواب مشمولہ افسانے سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸، ص ۱۶۷

۹. احمد ندیم قاسمی افسانہ کنجری مشمولہ سناٹا، اساطیر لاہور ص ۱۴۴

۱۰. احمد ندیم قاسمی پاوں کا کانٹا مشمولہ خود منتخب کردہ چالیس بہترین افسانے سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ ص ۸۵۵

۱۱. احمد ندیم قاسمی مسشمولہ کوہ پیماسنگ میل پبلی کیشنز لاہور ص ۱۴

۱۲. احمد ندیم قاسمی درودیوار کلیات احمد ندیم قاسمی سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۹ ص ۴۷

۱۳. ڈاکٹر سلیم اختر عورت جنس اور محبت و جذبات سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۹ ص ۵۹

۱۴. احمد ندیم قاسمی افسانہ ثواب مشمولہ گھر سے گھر تک سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸ ص ۱۲۸

۱۵. احمد ندیم قاسمی افسانہ جوتے، مشمولہ نیلا پتھر، ص ۱۳۱/ ۱۳۲ ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاوس دہلی جنوری ۲۰۰۷

۱۶. افشاں ملک، افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی آثار و افکار، ص ۱۸۳

۱۷. شکیل الرحمن ادب اور نفسیات (انتقادی مقالات) اشاعت گھر پٹنہ، ص ۵۲، س ن

۱۸. فرائیڈ اور لاشعور، مصنف ایم اے قریشی، مجلس ادب کلب روڈ لاہور ۲۰۰۷ ص

۱۹. شکیل الرحمن ادب اور نفسیات (انتقادی مقالات) اشاعت گھر پٹنہ، ص ۵۴، س ن